فضائل القرآن

(نمبر۱)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ - ھُوَ النَّاصِرُ

فضائل القرآن

(نمبرا)

قرآن کریم کی سابقہ الہامی کتب پر فضیلت
اور
مستشرقین یورپ کے اعتراضات کا ردّ

(فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء بر موقع جلسہ سالانہ قادیان)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کے متعلق کوئی حد بندی کرنا یا کوئی حد بندی چاہنا انسانی طاقت سے بالا اور ادب کے منافی ہے۔ لیکن آج جس وقت نماز جمعہ کے قریب بادل گھر آئے اور تیز بارش برسنے لگی تو باوجود ضعف اور خرابی صحت کے میری طبیعت یہی چاہتی تھی کہ کم از کم جلسہ سب دوستوں کے ساتھ مل کر دعا پر ختم ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طاقتیں تو بہت وسیع ہیں لیکن بندہ گھبرا جاتا ہے۔ جب بارش تھمنے میں نہ آئی تو میں نے ایک تحریر لکھی اور دوستوں سے کہا کہ اس کی نقلیں کروا کر ابھی کمروں میں پہنچا دی جائیں۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ بارش کی

وجہ سے چونکہ ہم سب لوگ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اس لئے سوا پانچ بجے میں دعا کروں گا سب دوست اپنی اپنی جگہ اس دعا میں شامل ہو جائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ ابھی نقلیں ہو ہی رہی تھیں کہ بارش تھم گئی اور میں نے کہلا بھیجا کہ خدا تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا کر دی ہے اب نقلیں کروانے کی ضرورت نہیں۔

قرآنی مطالب پر غور کرنے کیلئے بعض اصولی باتیں

مجھے افسوس ہے کہ آج میں اس مضمون کو پوری طرح بیان کرنے کے قابل نہیں جو اس جلسے کے لئے میں نے تجویز کیا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مضمون کم از کم وقت لے اور اسے خلاصۃً بھی بیان کیا جائے تب بھی پانچ چھ گھنٹے میں بیان ہو سکتا ہے۔ اور اتنی لمبی تقریر موسم کے خراب ہونے اور پھر طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے اس وقت نہیں ہو سکتی۔ میں نے اس مضمون کو جلسہ سالانہ کے لئے اس وجہ سے چُنا تھا کہ یہ مضمون قرآن کریم کے متعلق ہے اور میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہو تو آئندہ جو قرآن کریم کا ترجمہ ہماری طرف سے شائع ہو اس کا اسے دیباچہ بنا دیا جائے۔ کچھ حصہ ان مضامین کا جلسہ کے موقع پر بیان کر دوں اور باقی حصہ میں خود لکھ لوں۔ لیکن چونکہ اس وقت یہ مضمون تفصیلی طور پر بیان نہیں ہو سکتا اس لئے آج میں اختصار کے ساتھ صرف اتنا ہی بیان کر دیتا ہوں کہ قرآن کریم پر غور کرنے اور اسے دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے کن کن مطالب پر غور کرنا چاہئے اور یہ کہ عیسائی اور دوسرے غیر مسلم اسلام اور قرآن کریم کے خلاف کتنی کوششیں کر رہے ہیں اور مسلمان اس طرف سے کتنے غافل اور لاپرواہ ہیں۔ میرے نزدیک قرآن کریم پر مجموعی نظر ڈالنے کے لئے مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا ضروری ہے۔

ضرورتِ قرآن

اول کیا اُس وقت جبکہ قرآن کریم نازل ہوا دنیا کو کسی الہامی کتاب کی ضرورت تھی یا نہیں؟ کیونکہ جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ کوئی چیز باموقع نازل ہوئی ہے اس وقت تک خدا تعالے کی طرف وہ منسوب نہیں کی جاسکتی۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ جب قرآن کریم نازل ہوا تو اس وقت لوگوں کی حالت خراب تھی۔ مگر لوگوں کی حالت خراب ہونے کی وجہ سے ضروری نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب بھی نازل ہو۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس وقت تشریف لائے جب لوگوں کی عملی حالت بالکل خراب ہو چکی تھی لیکن کیا آپ کوئی کتاب لائے۔ پس یہ کہنا کہ لوگوں کی عادات

خراب ہو گئی تھیں فسق و فجور پیدا ہو گیا تھا یہ اس بات کے لئے کافی نہیں کہ اُس زمانہ میں قرآن کریم کی بھی ضرورت تھی۔ یا یہ کہ عربوں میں بد رسوم پیدا ہو گئی تھیں۔ بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے۔ سوتیلی ماؤں سے شادی کر لیتے تھے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو گا کہ عربوں کے لئے ایک کتاب کی ضرورت تھی۔ یہ ثابت نہیں ہو گا کہ ساری دنیا کے لئے ضرورت تھی۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت بنی اسرائیل کی حالت سخت خراب تھی۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام ساری دنیا کے لئے آئے تھے۔ ہمیں جو چیز ثابت کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ اُس زمانہ میں تمام مذہبی کتب میں ایسا بگاڑ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ اپنی ذات میں دنیا کو تسلی دینے کے لئے ناکافی تھیں۔ پس قرآن کریم کے نازل ہونے کی ضرورت کو ثابت کرنے کے لئے پہلی کتب میں بگاڑ ثابت کرنا ضروری ہے۔

قرآن کریم کی وحی کس طرح نازل ہوئی

(۲) دوسرے اس بات پر روشنی ڈالنا ضروری ہے کہ قرآن کریم کی وحی کس طرح نازل ہوئی؟ کیونکہ کسی وحی کے نزول کے طریق سے بھی بہت کچھ اس کی صداقت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ مثلاً اس بات پر بحث کرتے ہوئے یہ سوال سامنے آجائیگا کہ جس انسان پر یہ وحی نازل ہوئی کیا اس کے نازل ہونے کے وقت کی کیفیت سے یہ تو ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ دماغ خراب تھا۔ بیسیوں لوگ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں ہمیں یہ یہ الہام ہوا۔ وہ اپنی طرف سے جھوٹ نہیں بول رہے ہوتے۔ مگر ان کا دماغ خراب ہوتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آکر کہا کہ مجھے بھی الہام ہوتا ہے۔ آپ اس کی بات سن کر خاموش رہے اس نے پھر کہا۔ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھے کہتا ہے۔ عرش پر سجدہ کر اور کہتا ہے۔ تو محمد ہے۔ تو عیسیٰ ہے۔ تو موسیٰ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا جب تمہیں محمد کہا جاتا ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا جمال اور جلال بھی دیا جاتا ہے یا قرآن کریم کے علوم بھی تم پر کھولے جاتے ہیں؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر خدا تعالیٰ تمہیں عرش پر نہیں لے جاتا ہے۔ بلکہ شیطان بہکاتا ہے اگر خدا تمہیں عرش پر لے جاتا اور محمد قرار دیتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی طاقتیں بھی تمہیں آپ کی غلامی میں عطا فرماتا۔ تو قرآن کریم کی وحی کے نزول پر بحث کرتے ہوئے یہ سوال بھی سامنے آجائیگا

کہ جس شخص پر یہ کلام اترا وہ ایسا تو نہ تھا کہ مجنوں ہو یا اس کے دماغ میں کوئی اور نقص ہو۔

جمع قرآن پر بحث

(۳) تیسرا سوال قرآن کریم پر نظر ڈالتے وقت یہ سامنے آئے گا کہ قرآن کریم کس طرح جمع ہوا؟ یہ سوال قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ جو کتاب دنیا کے سامنے رکھی گئی کیا اسی صورت میں سامنے آئی ہے جو اس کے نازل کرنیوالے کا منشا تھا؟ اگر اسی صورت میں سامنے آئی ہے تب تو معلوم ہوا کہ اس پر غور کرنے سے وہ صحیح منشاء معلوم ہو جائیگا۔ جو پیش کرنے والے کا تھا۔ لیکن اگر اس میں کوئی خرابی اور نقص پیدا ہو گیا ہے تو پھر اس کتاب کے پیش کرنے والے کا جو منشا تھا وہ حبط ہو گیا۔ اس وجہ سے اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ یورپ کے لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی بڑی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم صحیح طور پر جمع نہیں ہوا۔ وہ کہتے ہیں قرآن کریم کی عبارت کی کوئی ترتیب نہیں یونہی مختلف باتوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

حفاظت قرآن کریم کا مسئلہ

(۴) چوتھی چیز یہ ثابت کرنی ہوگی کہ قرآن اب تک محفوظ بھی ہے۔ اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ قرآن صحیح طور پر پیش کرنے والے کے منشاء کے مطابق جمع ہوا ہے۔ مگر یہ کہا جائے کہ اس میں کچھ زائد حصہ بھی شامل ہو گیا ہے یا اس میں سے کچھ حصہ حذف ہو گیا ہے تو پھر سوال ہو گا کہ کتاب اب اصل شکل میں نہیں رہی۔ اس وجہ سے وہ فائدہ نہیں دے سکتی جس کے لئے آئی تھی اور دنیا کے لئے کامل ہدایت نامہ نہیں ہو سکتی۔

اس کے لئے بھی عیسائی مؤرخین نے بڑا زور لگایا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم محفوظ نہیں ہے۔

قرآن کریم کا پہلی کتب سے تعلق

(۵) پانچواں سوال جس پر غور کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا پہلی کتب سے کیا تعلق ہے۔ آیا قرآن کریم پہلی کتب کا مصدّق ہے یا نہیں اگر ہے تو کس طرح؟ ان کو موجودہ صورت میں درست تسلیم کرتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ پہلے صحیح اُتری تھیں مگر اب بگڑ گئی ہیں۔ یورپ کے لوگوں نے اس بات کے لئے بڑی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم نے پہلی کتب کو ان کی موجودہ صورت میں صحیح تسلیم کیا ہے۔ اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ جب قرآن کریم نے ان کتب کی موجودہ شکل کو درست مانا ہے تو پھر قرآن کریم کا ان سے جو اختلاف ہو گا وہ غلط ہو گا۔ سر ولیم میور نے

اس پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ اس میں اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک پہلی کتابیں صحیح ہیں۔

قرآن کریم کی پہلی کتب سے تصدیق

(۶) چھٹا سوال یہ ہو گا کہ اتنی عظیم الشان کتاب جو یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ساری دنیا کے لئے ہے اس کی تصدیق پہلی کتب سے ہوتی ہے یا نہیں اور کیا قرآن کریم کا ذکر پہلی کتب میں موجود ہے؟ تالوگ معلوم کرلیں کہ پہلی کتب میں اس کی جو خبر دی گئی تھی یہ اسی کے مطابق آیا ہے۔

قرآن کریم میں پہلی کتب سے زائد خوبیاں

(۷) ساتواں سوال اس کے ساتھ ہی یہ پیدا ہو جائے گا کہ قرآن کریم پہلی کتابوں سے کون سی زائد چیز لایا ہے۔ یا تو وہ یہ کہے کہ پہلی سب کتابیں جھوٹی ہیں اس لئے مجھے نازل کیا گیا ہے۔ لیکن اگر وہ یہ کہتا ہے کہ وہ بھی سچی ہیں تو پھر یہ دکھانا چاہئے کہ قرآن کریم زائد خوبیاں کیا پیش کرتا ہے۔ ورنہ اس کے نازل ہونے کی ضرورت ثابت نہ ہوگی۔ پس یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہو گا کہ قرآن دوسری کتب کے مقابلہ میں افضل ہے۔

ترتیب قرآن

(۸) ایک سوال یہ بھی ہو گا کہ آیا قرآن کریم میں کوئی ترتیب مدنظر ہے؟ یعنی اس میں کوئی معنوی ترتیب ہے؟ یورپ والے کہتے ہیں کہ اس میں کوئی ترتیب نہیں۔ بالکل بے ربط کلام ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ مسلمان علماء نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ قرآن میں **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ** کوئی ترتیب نہیں۔ لیکن کسی کتاب کا بے ترتیب ثابت ہونا اس پر بہت بھاری حملہ ہے اور اگر اس میں ترتیب ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ترتیب اُس طرح نہیں جس طرح نازل ہوئی تھی۔ پہلی اُتری ہوئی آیتیں پیچھے اور پچھلی پہلے کر دی گئی ہیں۔ سورۃ علق پہلے نازل ہوئی مگر بعد میں رکھی گئی اور سورۃ فاتحہ بعد میں نازل ہوئی اور اسے پہلے رکھا گیا۔ اسی طرح اور آیتوں کو بھی آگے پیچھے کیا گیا ہے۔ مکہ میں بعض آیتیں اتریں جنہیں مدنی سورتوں میں درج کیا گیا ہے۔ اور بعض مدینہ میں اُتریں انہیں مکی سورتوں میں لکھا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر واقعہ میں قرآن کریم کی ترتیب مدنظر تھی تو پھر کیوں اسی طرح جمع نہ کیا گیا جس طرح نازل ہوا تھا۔ اور اگر وہ ترتیب صحیح ہے جس میں اب قرآن موجود ہے تو پھر کیوں اسی ترتیب سے نازل نہ ہوا؟

یہ ایک اہم سوال ہے جو اہل یورپ نے اٹھایا ہے۔ اسے خدا تعالیٰ کے فضل سے اصولی

طور پر میں نے اس طرح حل کیا ہے کہ ہر سمجھدار کی سمجھ میں آجائے گا۔

ناسخ و منسوخ کی بحث

(۹) ایک سوال قرآن کریم کے متعلق ناسخ و منسوخ کا آجاتا ہے۔ یہ خود مسلمانوں کا پیدا کردہ ہے۔ کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں منسوخ ہیں۔ انہیں بعض دوسری آیتوں یا حدیثوں نے منسوخ کر دیا ہے۔ وہ پڑھی تو جائیں گی مگر ان پر عمل نہیں کیا جائیگا۔

یورپ والوں نے اس کے متعلق کہا ہے کہ ناسخ منسوخ کا ڈھکوسلا اس لئے بنایا گیا ہے کہ قرآن کریم میں صریح تضاد پایا جاتا ہے۔ جب اسے دور کرنے کی مسلمانوں کو کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہوں نے متضاد آتیوں میں سے ایک آیت کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دے دیا۔

نزول قرآن کا مقصد اور اس کا پورا ہونا

(۱۰) پھر ایک یہ بھی سوال ہے کہ آیا قرآن کریم اس مقصد کو پورا کرتا ہے جس کے لئے کوئی مذہب نازل ہوتا ہے۔ ہر ایک الہامی کتاب اسی وقت مفید ہو سکتی ہے جب اس مقصد کو پورا کرے جسے الہامی کتاب کو پورا کرنا چاہیے۔ اور لوگ جن الہامی کتب کو مانتے ہیں ان کی کوئی نہ کوئی ضرورت بھی ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کتاب آنے کی یہ یہ ضرورت تھی اب سوال یہ ہے کہ کیا قرآن کریم اُس ضرورت کو پورا کرتا ہے جس کے لئے وہ نازل ہوا ہے؟ اگر کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی کتاب ہے ورنہ نہیں۔

فطرتِ انسانی کے مطابق تعلیم

(۱۱) پھر قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ہر طبقہ اور ہر درجہ کی فطرت کے لوگوں کے لئے ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن کریم کی تعلیم فی الواقع ایسی ہے کہ اس سے ایک اَن پڑھ بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اگر ایک عالِم پڑھے تو وہ بھی مستفیض ہو سکتا ہے۔ اگر اس کی تعلیم ایسی ہے تو یہ کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے کہلا سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

فہمِ قرآن کے اصول

(۱۲) ایک اور سوال ہمارے سامنے یہ آتا ہے کہ قرآن کریم کے فہم کے اصول کیا ہیں؟ ہر کتاب کو سمجھنے اور اس سے مستفیض ہونے کے لئے کوئی نہ کوئی کلید ہوتی ہے۔ قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے کن اصول کی ضرورت ہے؟ گویا قرآن کریم کو اصول تفسیر بھی بیان کرنے چاہئیں تاکہ ان سے کام لے کر ہر

انسان اپنی سمجھ اور اپنے علم کے مطابق فہمِ قرآن حاصل کر سکے۔

قرآن کریم کو پہلی کتب کا مُصَدِّق کن معنوں میں کہا گیا ہے؟

(۱۳) ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں قرآن اس لئے پہلی کتب کا مُصَدِّق ہے کہ ان کتابوں کی نقل کرتا ہے۔ اس نقل کے الزام سے بچنے کے لئے کہا گیا ہے کہ قرآن ان کا مصدق ہے۔ ہم کہتے ہیں بے شک قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے۔ مگر ان کے خلاف بھی تو کہتا ہے۔ اب ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ثابت کریں کہ قرآن دوسری کتابوں سے کیا نقل کرتا ہے اور کیا چھوڑتا ہے؟ اور جو بات نقل کرتا ہے۔ اسے پہلی کتاب سے زائد بیان کرتا ہے یا نقل کرتے ہوئے پہلی کتابوں سے اختلاف کرتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا وجہ ہے کہ ہم قرآن کی بات کو صحیح مانیں۔

پرانے واقعات کے بیان کرنے کی غرض

(۱۴) پھر قرآن میں پرانے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کو کیوں بیان کیا گیا ہے۔ کیا قرآن قصے کہانیوں کی کتاب ہے؟ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہی کفار کی طرف سے کہا گیا تھا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ[1] قرآن تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔

قسموں کی حقیقت

(۱۵) یہ سوال بھی شبہات پیدا کرتا ہے کہ قرآن کریم میں قسمیں کیوں کھائی گئی ہیں؟ قسموں سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام بنایا اور وہ یہ بات بھول گئے کہ اسے خدا کا کلام قرار دے رہے ہیں۔ اس لئے قسمیں کھانے لگے۔ اس قسم کے شبہات دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بتایا جائے کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں بھی قسمیں ہوتی ہیں اور ان کی کیا وجہ ہوتی ہے؟

معجزات پر بحث

(۱۶) اسی طرح یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں بار بار اس بات پر زور دینا کہ کوئی نشان دکھانا رسول کے اختیار میں نہیں۔ جب خدا چاہتا ہے نشان دکھاتا ہے۔ دراصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پردہ پوشی کے لئے ہے۔ اس کے متعلق یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ سارے کا سارا قرآن نشانات کا مجموعہ ہے۔

خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہیں

(۱۷) اسی طرح قرآن کریم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سائنس اور

علوم طبعیہ کے خلاف باتیں پیش کرتا ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کا قول اس کے فعل کے خلاف نہیں ہو سکتا اس لئے یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام اس کے کسی فعل کے خلاف نہیں ہے۔ اس میں ایسی سچائیاں ہیں جو پہلے لوگوں کو معلوم نہ تھیں۔ اور انہیں علومِ طبعیہ کے خلاف قرار دیا جاتا تھا مگر اب انہیں درست قرار دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم کے روحانی کمالات

(۱۸) یہ بھی ثابت کرنا ہو گا کہ قرآن کریم میں کیا کمالات ہیں اور قرآن کریم بنی نوع انسان کو کس اعلیٰ روحانی مقام پر پہنچانے کے لئے آیا ہے۔

آخری شرعی کلام

(۱۹) یہ بھی ثابت کرنا ہو گا کہ قرآن خدا تعالیٰ کا آخری شرعی کلام ہے۔ لوگ کہتے ہیں جب تم یہ مانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ کلام نازل ہوتا رہا ہے تو اب شرعی کلام کا آنا کیوں بند ہو گیا۔ اس کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ اب کسی اور شرعی کلام کی ضرورت نہیں۔

عربی زبان اختیار کرنے کی وجہ

(۲۰) پھر اس امر پر بحث کرنا بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم کے لئے عربی زبان کیوں اختیار کی گئی کیوں فارسی، سنسکرت یا کوئی اور زبان اختیار نہ کی گئی؟

پہلی تعلیموں کے نقائص کا اصولی ردّ اور صحیح اصول کا بیان

(۲۱) پھر جب قرآن کریم ساری دنیا کے لئے آیا ہے اور تمام پہلی مذہبی تعلیموں کا قائم مقام ہے تو یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہو گا کہ ان تعلیموں میں جو نقائص تھے ان کو اصولی طور پر قرآن کریم نے دور کر دیا ہے اور ان کی جگہ صحیح اصول قائم کئے ہیں۔

قرآن کریم کی سچائی کے ثبوت

(۲۲) پھر قرآن کریم کی سچائی کے ثبوت بھی پیش کرنے ہونگے کہ اس کے خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کے یہ یہ ثبوت ہیں۔

قرآن کریم کے اثرات

(۲۳) قرآن کریم کے اثرات پر بھی بحث کرنی ہو گی۔

متشابہات کا حل

(۲۴) آیات متشابہات کو حل کرنا بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم یہ تو کہتا ہے کہ اس میں کچھ آیات متشابہات ہیں مگر یہ نہیں بتا تا کہ کون کون سی ہیں۔ جب تک ان آیات کا پتہ نہ ہو سارے قرآن کو متشابہات کہنا پڑے گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں بھی ایسا علم عطا فرمایا ہے کہ معمولی سے معمولی علم رکھنے والے کے لئے بھی متشابہات کا پتہ لگانا مشکل نہیں رہ جاتا اور نیز یہ کہ آیات متشابہات قرآن کریم کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہیں۔

حروفِ مقطّعات کا حل

(۲۵) حروفِ مقطّعات پر بحث کرنی بھی ضروری ہے کہ ان کی کیا ضرورت اور غرض ہے؟

سات قراءتوں سے کیا مراد ہے

(۲۶) یہ جو کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی سات قراءتیں ہیں ان سے کیا مراد ہے؟ یہ بحث بھی ضروری ہے۔

خَلقِ قرآن کا مسئلہ

(۲۷) کلامِ الٰہی کو خدا تعالیٰ کے علم سے کیا نسبت ہے۔ پہلے زمانہ میں اس پر بہت بڑی بحث ہوئی ہے۔ اور بڑے بڑے علماء کو خَلقِ قرآن کے مسئلہ پر ماریں پڑی ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو عباسی خلیفہ نے مار مار کر اتنا چُور کر دیا کہ وہ فوت ہو گئے۔ غرض خَلقِ قرآن کے مسئلہ پر بھی بحث ضروری ہے یعنی خدا کے کلام کو خدا سے کیا نسبت ہے۔

قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے

(۲۸) پھر ایک بحث یہ بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے۔ کسی کتاب کی پیشگوئیاں بتا دینا کہ وہ پوری ہو رہی ہیں اس کی زندگی کا ثبوت نہیں۔ تورات اور انجیل کی بعض پیشگوئیاں بھی اب تک پوری ہو رہی ہیں۔ لیکن ان کتب سے وہ مقصد پورا نہیں ہو رہا جو ان کے نازل ہونے کے وقت مد نظر تھا۔ مگر قرآن کریم آج بھی وہ مقصد پورا کر رہا ہے جسے لیکر وہ نازل ہوا تھا۔

قرآن کریم کِن کِن علوم کا ذکر کرتا ہے

(۲۹) پھر یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم کِن کِن علوم کا ذکر کرتا ہے۔ یعنی سوال یہ ہے کہ مذہب کو کہاں تک دوسری بحثوں سے تعلق ہے۔ اخلاق' سیاست' تمدن وغیرہ مذہب میں شامل ہیں یا نہیں۔

قرآن ذوالمعارف ہے

(۳۰) یہ بحث بھی ضروری ہے کہ قرآن ذوالمعارف ہے اور یہ اس کی خوبی ہے نقص نہیں کہ ایک آیت کے کئی کئی معنے ہوتے ہیں۔

قرآن کامل کتاب ہے

(۳۱) اس بات پر بحث کرنی بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم کامل کتاب ہے اور اب کسی اور آسمانی کتاب کی ضرورت نہیں۔ مگر اس کے باوجود سنت اور حدیث کی ضرورت ہے اور اس سے قرآن کریم کے کمال میں نقص پیدا نہیں ہوتا۔

قرآن کریم کی فصاحت

(۳۲) قرآن کریم جو فصیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے اور یہ کہ وہ کس طرح بے مثل ہے اور کیوں کوئی اس کی مثل نہیں لا سکتا۔

قرآن کریم کا دوسری الہامی کتب سے مقابلہ

(۳۳) قرآن اور دوسری کتابوں کی تعلیم کا مقابلہ بھی ضروری ہے۔

ایک بے نظیر روحانی، جسمانی، تمدنی اور سیاسی قانون

(۳۴) اجمالی طور پر اس امر پر بحث کرنا بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم بے نظیر روحانی، جسمانی، تمدنی اور سیاسی قانون ہے۔

قرآن کریم کے استعارات

(۳۵) قرآن کریم میں استعارات کیوں آئے ہیں۔ ان کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سوال بھی قابلِ حل ہے۔

تراجمِ قرآن کی ضرورت

(۳۶) یہ بھی کہ قرآن کو ترجمہ کے ساتھ شائع کرنا کیوں ضروری ہے؟

حفاظتِ قرآن کے ذرائع

(۳۷) قرآن کریم کی حفاظت کا جو دعویٰ کیا گیا ہے اس پر بحث کرنا ضروری ہے کہ اس دعویٰ کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے گئے ہیں۔

قرآن کریم کو شعر کیوں کہا گیا ہے

(۳۸) قرآن کریم کو جو اس زمانہ کے لوگوں نے کہا کہ یہ ایک شاعر کا کلام ہے اور قرآن کریم نے اس کی تردید کی ہے [۲] اس کا کیا مطلب ہے۔ یعنی قرآن میں شعر کا کیا مفہوم ہے۔ اور جب

خدا تعالیٰ قرآن کریم کے متعلق کہتا ہے کہ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں تو اس کا کیا مطلب ہے۔

قرآن کریم آہستہ آہستہ کیوں نازل ہوا

(۳۹) یہ بحث بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم ٹکڑے ٹکڑے کر کے کیوں نازل ہوا۔ کیوں نہ ایک ہی دفعہ نازل ہو گیا۔

قرآن کریم کا کوئی ترجمہ اس کے سارے مضامین پر حاوی نہیں ہو سکتا

(۴۰) یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہے کہ قرآنِ کریم کا کوئی ترجمہ اس کے سارے مضامین پر حاوی نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم کے تمام الفاظ الہامی ہیں

(۴۱) یہ بحث بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم کے وہی الفاظ ہیں جو خدا تعالیٰ نے نازل کئے یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں جو خیال آیا۔ اسے آپ نے اپنے لفظوں میں لکھوا دیا؟

یورپ اس دوسری صورت کو ثابت کرنے کے لئے بڑا زور لگاتا ہے۔ وجہ یہ کہ انجیل کے نسخوں میں چونکہ اختلاف ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ الفاظ الہامی نہیں بلکہ مطلب الہامی ہے۔ اگر الفاظ میں اختلاف ہے تو کوئی حرج نہیں۔ کہتے ہیں کسی گیدڑ کی دُم کٹ گئی تھی۔ اس نے سب گیدڑوں کو جمع کر کے تحریک کی کہ ہر ایک کو اپنی دُم کٹوا دینی چاہئے۔ اس نے دم کے کئی ایک نقصان بتائے۔ کئی گیدڑ اس کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن ایک بوڑھے گیدڑ نے کہا کہ پہلے دُم کٹانے کی تحریک کرنے والا اُٹھ کر دکھائے کہ اس کی اپنی دُم ہے یا نہیں۔ اگر اس کی دُم پہلے ہی کٹی ہوئی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ سب کو اپنے جیسا بنانا چاہتا ہے۔ یہی حال یورپ والوں کا ہے۔ ان کی انجیلوں میں چونکہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لئے وہ قرآن کے متعلق بھی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس کے الفاظ الہامی نہیں۔

قرآن کریم ہر قسم کے شیطانی کلام سے مُنزّہ ہے

(۴۲) یہ بھی ایک اہم سوال ہے کہ قرآن کریم میں کوئی شیطانی کلام بھی شامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس سوال کا سامان مسلمانوں نے ہی بہم پہنچایا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ بعض شیطانی فقرے جاری ہو گئے تھے جن کے متعلق جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ یوروپین لوگ کہتے ہیں

مخالفین کو خوش کرنے کے لئے آپ ؑ نے کچھ کلمات کہے تھے لیکن بعد میں ان پر پچھتائے اور کہہ دیا کہ منسوخ ہو گئے ہیں۔ اس اعتراض کو بھی غلط ثابت کرنا ضروری ہے۔

قرآن کریم کے مخاطب کون تھے؟

(۴۳) ایک یہ بھی سوال ہے کہ قرآن کریم کے مخاطب کون لوگ تھے۔ صرف اہل عرب یا ساری دنیا کے لوگ؟ اور پھر یہ بھی کہ شروع میں صرف اہلِ عرب مخاطب تھے اور بعد میں اور لوگ۔ یا سب کے سب شروع سے ہی مخاطب تھے؟

قرآن کریم کا ترجمہ لفظی ہونا چاہئے یا بامحاورہ

(۴۴) پھر یہ بھی ایک سوال ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ لفظی ہو یا بامحاورہ؟ عام طور پر لوگ لفظی ترجمہ پسند کرتے ہیں۔ مگر اس طرح عربی کی سمجھ آتی ہے۔ مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ وجہ یہ کہ لفظ کے نیچے لفظ ہوتا ہے۔ اس سے یہ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اوپر کے عربی لفظ کا ترجمہ یہ ہے۔ لیکن سارے فقرے کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ دونوں زبانوں کے الفاظ کے استعمال میں فرق ہے۔ لفظی ترجمہ کرنا ایسی ہی بات ہے جیسے اردو میں کہتے ہیں۔ فلاں کی آنکھ بیٹھ گئی۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ کرنے والا اگر یہ ترجمہ کرے کہ "HIS EYE HAD SAT" اور عربی میں یہ کرے کہ جلست عینہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ لفظی ترجمہ اصل مفہوم کو ظاہر نہیں کرے گا۔ کیونکہ آنکھ بیٹھنے کا جو مفہوم اردو میں ہے وہ دوسری زبانوں کے لفظی ترجمہ میں نہیں پایا جاتا۔ ترجمہ کی غرض چونکہ مطلب سمجھانا ہے اس لئے ایسا ہونا چاہئے کہ مطلب سمجھ میں آجائے' چاہے محاورہ بدلنا ہی پڑے۔

یہ سوالات ہیں جن پر مقدمہ قرآن میں بحث کی ضرورت ہے۔ ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان امور پر بحث کروں۔

قرآن کریم پر مستشرقین یورپ کا حملہ

اب میں جماعت کو یہ بتاتا ہوں کہ قرآن کریم کی خدمت ایک نہایت اہم خدمت ہے۔

یورپین اقوام کا اسلام کے خلاف جس بات پر سب سے زیادہ زور ہے وہ یہی ہے کہ قرآن کریم کی اہمیت کو گرایا جائے۔ چنانچہ نولڈکے جو جرمنی کا ایک مشہور مصنّف اور اسلام کا بہت بڑا دشمن ہے اور یورپ میں عربی زبان کا بہت بڑا ماہر سمجھا جاتا ہے اس نے انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا میں لکھا ہے کہ قرآن کریم میں غلطیاں اور نقائص ثابت کرنے کے لئے یورپین مصنّفوں نے بڑا

زور لگایا ہے مگر وہ اپنی کوشش میں ناکام رہے ہیں۔ ؎ گویا خود تسلیم کرتا ہے کہ یوروپین مصنّفوں نے قرآن کریم کے خلاف بڑا زور لگایا ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر قرآن کریم کے خلاف خطرناک کوشش ایک کتاب ہے جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے اور جس کا نام ہے۔ "تین پُرانے قرآنوں کے صفحات" ایک عورت نے جو ڈاکٹر آف فلاسفی ہے یہ کتاب لکھی ہے اور اس نے بیان کیا ہے کہ وہ مصر میں گئی۔ جہاں اس نے ایک کتاب خریدی جو عیسائی کتابوں کی نقل تھی۔ جب اس کے صفحات پر بعض دوائیں لگائی گئیں تو نیچے سے اور حروف نمودار ہو گئے۔ ڈاکٹر منگانا نے اس کے متعلق بتایا کہ یہ ایک پرانا قرآن ہے۔ جس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس میں اور موجودہ قرآن میں فرق ہے۔ وہ کہتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن بگڑ چکا ہے۔

وہ اس کا ثبوت اس طرح پیش کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے جب قرآن نقل کیا تو باقی قرآنوں کو جلا دیا۔ چونکہ ان میں جو کچھ لکھا تھا اسے کوئی نقل نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اس وقت عیسائیوں نے بظاہر اپنے مذہب کی ایک کتاب لکھی لیکن دراصل خفیہ طور پر اس میں وہ قرآن نقل کیا جسے جلانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ اب بعض قسم کی دوائیاں لگانے سے پوشیدہ لکھا ہوا قرآن ظاہر ہو گیا ہے۔

یہ ایک نہایت خطرناک چال ہے جو چلی گئی۔ اس کتاب کا پُرانا کاغذ دکھایا جاتا ہے۔ اس پر پُرانی تحریریں دکھائی جاتی ہیں اور ان سے مختلف قسم کے شُبہات پیدا کئے جاتے ہیں۔

عیسائیوں کی مزوّرانہ چالیں

اس کے متعلق میں نے مفصل تحقیقات کی ہے جو آج پیش کرنا چاہتا تھا مگر اب نہ وقت ہے اور نہ موقع کیونکہ بادل گھرے ہوئے ہیں۔ البتہ اس کے متعلق ایک لطیفہ سنا دیتا ہوں۔ وہ صفحات جو اس کتاب میں پرانے قرآن کے قرار دیکر شائع کئے ہیں۔ وہ اپنی غلطی آپ ظاہر کر رہے ہیں۔ مثلاً قرآن میں آتا ہے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ؎ لیکن جو عیسائیوں کا لکھا ہوا قرآن ہے۔ اس میں آتا ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَتِهٖ وَاتَّبَعَهٗ۔ کہ وہ اللہ پر ایمان لاتا ہے اور اس کے کلمہ پر اور کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ لیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ رسول کریم ﷺ حضرت عیسیٰ کے پیرو تھے۔

اس قسم کی چالیں اس میں چلی گئی ہیں۔ مگر باوجود اس قسم کی کوششوں کے یہی باتیں ان کو جھوٹا ثابت کر رہی ہیں۔ اول اس طرح کہ عیسائیوں کی طرف سے جو قرآن پیش کیا جاتا ہے اس کی وہی ترتیب ہے جو موجودہ قرآن کی ہے۔ اس لئے ان کا یہ کہنا انہی کے پیش کردہ قرآن سے غلط ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ کے وقت قرآن کریم کی ترتیب بدل گئی تھی۔

پھر اس قرآن میں بعض ایسے الفاظ لکھے ہیں جو عربی کے ہیں ہی نہیں۔ مثلاً ایک جگہ علم کو **ایلم** لکھا ہے۔ اسی طرح ایک جگہ ایسی غلطی کی ہے جس سے اس چور کا مشہور قصہ یاد آجاتا ہے جس کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ نیا نیا چور بنا تھا۔ چوری کرنے کے بعد جب پولیس تحقیقات کے لئے آئی تو وہ خود بھی وہاں چلا گیا۔ اور تحقیقات میں مدد دینے لگ گیا۔ کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے چور ادھر سے آیا۔ یہاں سے اُترا اور پھر ادھر گیا۔ پولیس والوں نے تاڑ لیا کہ اس کا چوری میں ضرور دخل ہے۔ اس لئے اس سے ساری باتیں پوچھنے لگے اور جدھر وہ لے گیا اس کے ساتھ چل پڑے۔ آخر ایک دروازہ کے پاس جا کر کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے چور اس دروازہ سے نکلا اور اسے یہاں سے ٹھوکر لگی۔ اس پر گٹھڑی اندر اور میں باہر۔ اس موقع پر بے اختیار اس کے منہ سے مَیں نکل گیا۔ پولیس نے فوراً اسے پکڑ لیا۔ یہی حال یہاں ہوا۔ قرآن کریم میں ایک آیت ہے **وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا**[۵] اللہ تعالیٰ نے ایسے لشکر اُتارے جن کو تم دیکھ نہیں رہے تھے۔ یہاں **ھَا** کی ضمیر جنود کی طرف جاتی ہے۔ مگر عیسائیوں کے پیش کردہ قرآن میں کہا گیا ہے کہ یہاں **جُنْدًا** ہے مگر آگے **ھَا** ہی رکھا ہے اور ضمیر کو نہیں بدلا۔ غرض اس قسم کی بہت سی شہادتیں ہیں جن سے اس کے اندر سے ہی غلطیاں معلوم ہو جاتی ہیں، معلوم ہوتا ہے کسی نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے اسے لکھا اور اس میں غلطیاں کرتا گیا۔ چنانچہ **وَاِذِ اسْتَسْقٰی** کو ک کے ساتھ لکھا ہے۔

اسی طرح **هُمُ السُّفَهَآءُ** کو **هُمُسُّفَهَا** لکھ دیا۔ اسی طرح اور کئی الفاظ غلط لکھے ہیں۔ مثلاً **اِنَّمَاالنَّسِیْءُ** کو **اِنَّمَا اَلْ نَاسِئ** لکھا ہے۔ حالانکہ **نَاسِی** ان معنوں میں آتا ہی نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جاہل عیسائی قرآن کی نقل کرنے بیٹھا جسے عربی نہ آتی تھی اور اس قسم کی غلطیاں کرتا گیا۔

اب میں قرآن کریم کے متعلق یوروپین مستشرقین کے بعض متفرق اعتراضات کا ذکر کرتا ہوں۔

قرآن کریم کا نزول چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں

یورپ کے مستشرق کہتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم ٹکڑے ٹکڑے نازل ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں۔ خدا کو کیا ضرورت تھی کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرتا اسے تو اگلا پچھلا سب حال معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ بندہ کو ہی اگلے حالات کا علم نہیں ہوتا اس لئے وہ اگلی باتوں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو جو حالات پیش آتے جاتے تھے ان کے متعلق قرآن میں ذکر کر دیتے۔ پس یہ انکا کلام ہے' خدا کا کلام نہیں۔

قرآن کریم نے خود اس سوال کو لیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً** [1] یعنی کفار کہتے ہیں کہ قرآن اس رسول پر ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو سوال عیسائیوں کو اب سُوجھا ہے یہی سوال رسول کریم ﷺ کے وقت کفار نے بھی کیا تھا کہ ایک ہی دفعہ قرآن کیوں نہ اُترا۔ اس کا جواب خدا تعالیٰ نے یہ دیا کہ **كَذٰلِكَ** اسی طرح اُترنا چاہئے تھا جس طرح اُتارا گیا ہے۔ **لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ** [2] اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ہم تیرے دل کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ گویا قرآن کا ٹکڑے ٹکڑے نازل ہونا خدا تعالیٰ کی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ اس سے اس کی شانِ بلند کا اظہار ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آہستہ آہستہ قرآن کے نازل ہونے سے دل کی مضبوطی کس طرح ہوتی ہے اس کے متعلق میں چند باتیں بتا دیتا ہوں۔

(۱) اگر ایک ہی دفعہ قرآن نازل ہو جانے پر اس سے استدلال کرتے رہتے تو دل کو ایسی تقویت حاصل نہیں ہو سکتی تھی جیسی کسی امر کے متعلق فوراً کلام الٰہی کے اترنے سے ہو سکتی ہے۔ دیکھو رسول کریم ﷺ کو جو لطف اس میں آتا ہو گا کہ آپ کوئی کام کرتے اور اس کے متعلق وحی ہو جاتی اور خدا تعالیٰ اپنی مرضی اور منشاء کا اظہار کر دیتا۔ وہ لطف ہمیں اجتہاد سے کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی واقعہ پیش آتا' آپ پر اس کے متعلق کلامِ الٰہی نازل ہو جاتا اور اس طرح معلوم ہو جاتا کہ اس کلام کا یہ مفہوم ہے۔ اگر آپ اجتہاد کر کے آیات کو کسی بات پر چسپاں کرتے تو وہ لطف نہ آتا جو اس صورت میں آتا تھا۔

(۲) قرآن کریم **لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ** کا مصداق اس طرح ہے کہ جو کتاب ساری دنیا

کے لئے آئی ہو اسے محفوظ رکھنا بھی ضروری تھا۔ اگر قرآن ایک ہی دفعہ سارے کا سارا اترتا تو اسے وہی شخص حفظ کر سکتا تھا جو اس کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کر دیتا۔ لیکن آہستہ آہستہ اترنے سے بہت لوگ اس کو یاد کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور اپنے دوسرے کاروبار کے ساتھ قرآن کریم بھی حفظ کرتے گئے۔ اس طرح رسول کریم ﷺ کا دل اس بات پر مضبوطی سے قائم ہو گیا کہ یہ کتاب ضائع نہیں ہوگی بلکہ محفوظ رہے گی۔ یہی وجہ تھی کہ رسول کریم ﷺ کے وقت بہت کثرت سے ایسے لوگ تھے جنہیں قرآن کریم حفظ تھا مگر اب اس نسبت کے لحاظ سے بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی وجہ سے بہت لوگ ساتھ کے ساتھ یاد کرتے جاتے تھے۔

(۳) تیسری حکمت تھوڑا تھوڑا نازل ہونے میں یہ ہے کہ ایک دفعہ سارا قرآن نازل ہونے کی وجہ سے لوگوں کے قلوب میں راسخ نہ ہو سکتا تھا۔ اب ایک ہندو جب مسلمان ہوتا ہے تو اسے اسلامی احکام پر عمل کرنے والے مسلمان نظر آتے ہیں۔ اس لئے وہ گھبراتا نہیں اور ان احکام پر عمل کرنا بوجھ نہیں سمجھتا۔ لیکن اگر کسی کو ہم ایک کتاب لکھ کر دے دیں کہ اس پر عمل کرو اور کوئی نمونہ موجود نہ ہو تو لوگ سو سال میں بھی اس پر عمل کرنا نہ سیکھ سکیں۔ پس قرآن کریم کی تعلیم کو راسخ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اسے آہستہ آہستہ نازل کیا جاتا۔ ایک حکم پر عمل کرنا جب لوگ سیکھ جاتے تو دوسرا نازل ہوتا۔ پھر تیسرا۔ اور اس طرح سارے احکام پر عمل کرایا جاتا۔

(۴) اگر ایک ہی وقت قرآن نازل ہوتا تو ترتیب وہی رکھنی پڑتی جو اب ہے۔ لیکن یہ ترتیب اُس وقت رکھی جانی خطرناک ہوتی۔ جس طرح اب ہمارے لئے وہ ترتیب خطرناک ہے جس کے مطابق قرآن نازل ہوا تھا۔ اگر نماز اور روزوں وغیرہ کے احکام شروع میں ہوتے اور نبوت ثابت نہ ہو چکی ہوتی، تو وہ سمجھ میں ہی نہ آسکتے تھے۔ پس پہلے نبوت کو ثابت کرنے کی ضرورت تھی اور یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچانی چاہئے تھی کہ یہ سچا نبی ہے۔ اس کے بعد عمل کی دعوت کا موقع تھا جس کے لئے احکام سکھائے جاتے۔ مگر اب یہ ضروری نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صداقت کو ماننے والی ایک جماعت موجود ہے۔ اب جو شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور اسلام کی خوبیوں سے واقف ہو کر آتا ہے۔ پس اس کے لئے قرآن کی اسی ترتیب کی ضرورت ہے جو اَب ہے۔ لیکن قرآن کے

ایک ہی دفعہ اکٹھا نازل ہونے سے یہ نقص پیش آتا۔

(۵) اگر ایک ہی دفعہ سارا قرآن نازل ہوتا تو ایک حصہ میں دوسرے حصہ کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مثلاً قرآن کریم میں یہ پیشگوئی تھی کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو دشمنوں کے نرغے سے نکال کر صحیح و سلامت لے جائیں گے۔ اگر ایک ہی دفعہ سارا قرآن نازل ہو جاتا تو جب رسول کریم ﷺ کو مدینہ لے جایا گیا اس وقت یہ نہ کہا جا سکتا کہ دیکھو اسے ہم دشمنوں کے نرغہ سے بچا کر لے آئے ہیں۔ یہ اسی صورت میں کہا جا سکتا تھا کہ پہلے ایک حصہ نازل ہوتا جس میں رسول کریم ﷺ کو صحیح و سلامت لے جانے کی پیشگوئی ہوتی۔ پھر جب یہ پیشگوئی پوری ہو جاتی اس وقت وہ حصہ اترتا جس میں اس کے پورا ہونے کے متعلق اشارہ ہوتا۔

(۶) میرے نزدیک ایک اور اہم بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے متعلق یہ اعتراض کیا جانا تھا کہ کسی اور نے بنا کر دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس اعتراض کا ذکر بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۞ یعنی کافر کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ایک جھوٹ ہے جو اس نے بنا لیا ہے۔ اور اس کے بنانے پر ایک اور قوم نے اس کی مدد کی ہے۔ اگر قرآن اکٹھا ملتا تو مخالف یہ کہہ سکتے تھے کہ کسی نے بنا کر یہ کتاب دے دی ہے۔ اب کچھ حصہ مکہ میں نازل ہوا کچھ مدینہ میں۔ مکہ والے اگر کہیں کہ کوئی بنا کر دیتا ہے تو مدینہ میں کون بنا کر دیتا تھا۔ پھر قرآن مجلس میں بھی نازل ہوتا' اس وقت کون سکھاتا تھا۔ پھر قرآن سفر میں بھی نازل ہوتا۔ ایسا کون شخص تھا جو ہر لڑائی میں شامل ہوا' کوئی بھی نہیں۔ غرض قرآن سفر اور حضر میں رات اور دن میں' مکہ اور مدینہ میں' مجلس اور علیحدگی میں نازل ہوا اور اس طرح اعتراض کرنے والوں کا جواب ہو گیا کہ قرآن کوئی اور انسان بنا کر آپ کو نہیں دیتا تھا۔ ورنہ اگر اکٹھی کتاب نازل ہوتی تو کہا جاتا کہ کوئی شخص کتاب بنا کر دے گیا۔ جسے سنا دیا جاتا ہے مگر اب جب کہ موقع اور محل کے مطابق آیات اُترتی رہیں تو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ ہر موقع پر کوئی بنا کر دے دیتا ہے۔ پس قرآن کا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اترنا ثبوت ہے لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ کا۔

جمع قرآن پر اعتراضات

ایک اعتراض جمع قرآن کے متعلق کیا جاتا ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن اپنی اصلی صورت میں محفوظ نہیں وہ اپنے

اس دعویٰ کے ثبوت میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ:۔

(۱) محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو جس قدر کام ہوتے تھے اور جس طرح وہ لڑائیوں اور شورشوں میں گھرے ہوئے تھے ایسی حالت میں انہیں قرآن صحیح طور پر کہاں یاد رہ سکتا تھا۔

(۲) کہا جاتا ہے کہ عربوں کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ مگر یہ غلط ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا تھا جو اس سے ظاہر ہے کہ ان کی ان نظموں میں اختلاف ہے جو پہلے شاعروں کی ہیں۔ کوئی کسی طرح بیان کرتا ہے اور کوئی کسی طرح۔ اس سے معلوم ہوا کہ عربوں کے حافظے اچھے نہ تھے ورنہ اختلاف کیوں ہوتا۔

(۳) قرآن رسول کے زمانہ میں پورا نہیں لکھا گیا۔ اگر پورا لکھا جاتا تو حافظوں کے مارے جانے پر قرآن کے ضائع ہو جانے کا خطرہ کیوں ظاہر کیا جاتا۔

(۴) قرآن میں آتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ [۹] یعنی وہ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کی زندگی میں ہی قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے پیدا ہو گئے تھے۔

(۵) رسول کریم ﷺ چونکہ خود پڑھے لکھے نہ تھے اس لئے انہوں نے قرآن لکھنے کے لئے کاتب رکھے ہوئے تھے اور وہ جو چاہتے لکھ دیتے۔

(۶) لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں قرآن کے پڑھنے میں بڑا اختلاف ہو گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں قرآن کے متعلق اختلاف موجود تھا۔

(۷) حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت کے قرآن کی جتنی کاپیاں تھیں وہ جلوا دی تھیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ان میں اختلاف تھا اس قرآن سے جو عثمانؓ نے لکھوایا۔ اگر اختلاف نہیں تھا تو ان کو کیوں جلوایا گیا۔

(۸) قرآن کریم کی اصلیت پر صرف زید گواہ ہے۔ مگر اس کا تو فرض تھا کہ قرآن لکھے۔ اس پر بھروسہ کس طرح کیا جا سکتا ہے۔

(۹) اگر حضرت ابوبکرؓ کے وقت کے قرآن کی کاپی درست تھی تو پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں دوبارہ لکھوانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ کی کاپیوں کو غلط سمجھا گیا۔

(۱۰) حضرت عثمانؓ پر الزام لگایا گیا ہے کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو بہت سے قرآن تھے۔

لیکن جب وہ فوت ہوئے تو پیچھے صرف ایک قرآن چھوڑا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف والے قرآنوں کو جلا دیا گیا تھا۔

مخالفین کے اعتراضات کے جوابات

اب میں ان اعتراضوں کا جواب دیتا ہوں۔

پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو اتنے کاموں اور شورشوں میں قرآن کریم یاد کس طرح رہ سکتا تھا۔ یہ ایسا سوال ہے کہ اس کا ایک ہی جواب ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ ایک واقعہ کو کس طرح جھٹلایا جا سکتا ہے۔ جب واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم آپ کو یاد رہا اور شب و روز نمازوں میں سنایا جاتا رہا تو اس کا انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میرے سامنے پروفیسر مارگولیتھ نے یہ اعتراض کیا کہ اتنا بڑا قرآن کس طرح یاد رہ گیا۔ میں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو قرآن اُترا تھا اور آپؐ کے سپرد ساری دنیا کی اصلاح کا کام کیا گیا تھا آپؐ اسے کیوں یاد نہ رکھتے؟ میرے ایک لڑکے نے گیارہ سال کی عمر میں قرآن یاد کر لیا ہے۔ اور لاکھوں انسان موجود ہیں جنہیں سارے کا سارا قرآن یاد ہے۔ جب اتنے لوگ اسے یاد کر سکتے ہیں تو کیا وہی نہیں کر سکتا تھا جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عرب کے لوگوں کا حافظہ اچھا نہ تھا' کیونکہ وہ پرانی نظموں میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس کے متعلق اول تو میں کہتا ہوں کہ یہ شترمرغ والی مثال ہے۔ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ عربوں کو پرانے قصیدے یاد ہوتے تھے جن میں اختلاف ہوتا تھا۔ اور دوسری طرف مارگولیتھ کہتا ہے کہ پرانے زمانہ میں قصیدے تھے ہی نہیں یوں ہی بنا کر پہلے لوگوں کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں۔ گویا جس پہلو سے اسلام پر اعتراض کرنا چاہا۔ وہی سامنے رکھ لیا۔ اصل بات یہ ہے کہ عربوں کے ایسے حافظے ہوتے تھے کہ مشہور ہے ایک بادشاہ نے اعلان کیا کہ جس شاعر کو ایک لاکھ شعر یاد نہ ہوں وہ میرے پاس نہ آئے۔ اس پر ایک شاعر آیا اور اس نے آکر کہا۔ میں بادشاہ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ اسے بتایا گیا کہ بادشاہ سے ملنے کے لئے ایک لاکھ شعر یاد ہونے ضروری ہیں۔ اس نے کہا۔ بادشاہ سے جا کر کہہ دو۔ وہ ایک لاکھ شعر اسلامی زمانہ کا سننا چاہتا ہے یا زمانہ جاہلیت کا۔ عورتوں کے سننا چاہتا ہے یا مردوں کے۔ میں سب کے اشعار سنانے کیلئے تیار ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ فوراً باہر آگیا۔ اور آکر کہا۔ کیا آپ فلاں شاعر ہیں۔ اس نے کہا۔ ہاں میں وہی ہوں۔ بادشاہ نے کہا۔ اسی لئے میں نے یہ اعلان کیا

تھا کہ آپ میرے پاس آتے نہ تھے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید اس اعلان پر جوش کی وجہ سے آپ آ جائیں۔ پس یہ کہنا غلط ہے کہ عربوں کے حافظے اچھے نہ تھے۔ رہی یہ بات کہ شعروں میں اختلاف ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ وہ لوگ جو شعر یاد رکھتے تھے وہ انہیں الہامی کتاب کے شعر سمجھ کر نہیں یاد کرتے تھے بلکہ ان کا مطلب اخذ کر لیتے تھے۔ مگر قرآن کو تو خدا کا کلام سمجھ کر یاد کرتے تھے۔ اس وجہ سے اس کا ایک لفظ بھی آگے پیچھے نہ کرتے تھے۔ پھر شعر جو وہ یاد کرتے تھے وہ استادوں سے پڑھ کر یاد نہ کرتے تھے بلکہ جس سے سنتے یاد کر لیتے۔ اور ہر شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ صحیح الفاظ ہی یاد کرائے۔ لیکن اسلامی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن لکھنے کے متعلق اور قرآن یاد کرنے کے متعلق خاص قواعد مقرر تھے اور قرآن یاد کرانے کے لئے چار آدمی مقرر تھے۔ اور اس میں اتنی احتیاط کی جاتی تھی کہ ایک دفعہ نماز میں حضرت علیؓ نے پڑھنے والے کو لقمہ دے دیا۔ تو انہیں منع کیا گیا اور کہا گیا کہ آپ اس کام کے لئے مقرر نہیں۔ غرض قرآن کریم کے بارہ میں اتنی احتیاط کی گئی تھی کہ چار آدمی اس کام کے لئے مقرر تھے حالانکہ قرآن جاننے والے ہزاروں تھے۔ اس کے مقابلہ میں شاعروں کی طرف سے کونسے لوگ مقرر تھے۔ جو شعر یاد کراتے تھے۔ امراء القیس نے کسے مقرر کیا تھا کہ اس کے اشعار لوگوں کو یاد کرایا کرے۔ مگر قرآن یاد کرانے کے متعلق تو استاد در استاد بات چلی آرہی ہے۔

سوم۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں پورا قرآن نہ لکھا گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے زمانہ میں یقیناً سارا قرآن لکھا گیا۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ کی روایت ہے کہ جب کوئی حصہ نازل ہوتا تو رسول کریم ﷺ لکھنے والوں کو بلاتے اور فرماتے اسے فلاں جگہ داخل کرو۔ جب یہ تاریخی ثبوت موجود ہے تو پھر یہ کہنا کہ قرآن رسول کریم ﷺ کے وقت پورا نہ لکھا گیا تھا بے وقوفی ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں کیوں لکھا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن اس طرح ایک جلد میں نہ تھا جس طرح اب ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن محفوظ نہیں۔ اس لئے انہوں نے اس بارے میں حضرت ابو بکرؓ سے جو الفاظ کہے وہ یہ تھے کہ اِنِّیْ اَرٰی اَنْ تَأْمُرَ جَمْعَ الْقُرْاٰنِ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن کو ایک کتاب کی شکل میں جمع

کرنے کا حکم دیں۔ یہ نہیں کہا کہ آپ اس کی کتابت کرالیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے زیدؓ کو بلا کر کہا کہ قرآن جمع کرو۔ چنانچہ فرمایا اِجْمَعْهُ اسے ایک جگہ جمع کر دو۔ یہ نہیں کہا کہ اسے لکھ لو۔ غرض الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ اس وقت قرآن کے اوراق کو ایک جلد میں اکٹھا کرنے کا سوال تھا۔ لکھنے کا سوال نہ تھا۔

چہارم۔ یہ اعتراض تھا کہ قرآن کریم میں بعض لوگوں کے متعلق اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ آیا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے تھے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں پر ویسا ہی عذاب نازل کرے گا۔ جیسا ان لوگوں پر کیا جو قرآن کے بعض حصوں پر عمل کرتے ہیں اور بعض پر نہیں کرتے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں کافروں اور منافقوں کا ذکر ہے۔ اور اگر یہی معنے کئے جائیں کہ قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے تھے تو یہ بھی ہمارے لئے مفید ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن اس وقت جمع تھا۔ اس لئے دشمن اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے تھے۔ مسلمانوں کے پاس قرآن محفوظ تھا مگر منافق اس کے ٹکڑے ٹکڑے رکھتے تھے۔

پنجم۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ چونکہ رسول کریم ﷺ اَن پڑھ تھے۔ اس لئے کاتب جو چاہتے لکھ دیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے پہلے سے ہی اس کا انتظام کر لیا تھا۔ اور وہ یہ کہ جب وحی نازل ہوتی تو کاتب کو کہتے لکھ لو اور چار آدمیوں کو کہتے یاد کر لو۔ اس طرح لکھنے والے کی غلطی یاد کرنے والے درست کرا سکتے تھے۔ اور یاد کرنے والوں کی غلطی لکھنے والا بتا سکتا تھا۔ فرض کرو لکھنے والے نے لفظ غلط لکھ لیا مگر یاد کرنے والے اس غلطی کے ساتھ کیونکر متفق ہو سکتے تھے' اس طرح فوراً غلطی پکڑی جا سکتی تھی۔

ششم۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے وقت قرآن کے پڑھنے میں بہت اختلاف ہو گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی صحیح روایت سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ حضرت عثمانؓ کے وقت قرآن کے متعلق اختلاف ہو گیا تھا۔ بلکہ صاف لکھا ہے کہ قراءت میں اختلاف تھا۔ اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ سات قراءتوں پر رسول کریم ﷺ نے قرآن پڑھا۔ چونکہ بعض قوموں کے لئے بعض الفاظ کا ادا کرنا مشکل تھا۔ اس لئے رسول کریم ﷺ کو بذریعہ وحی بتلایا جاتا کہ ان الفاظ کو اس طرح بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اس بارہ میں روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ حضرت عثمانؓ نے انہیں بلا کر کہا کہ مختلف قبائل کے لوگ کہتے ہیں

کہ ہماری قراءت صحیح ہے اور اس پر جھگڑا پیدا ہو رہا ہے۔ اس لئے اس کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ حضرت علیؓ نے کہا آپ ہی فیصلہ کر دیں۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ مسلمان ہو کر اب سب ایک ہو گئے ہیں اس لئے ایک ہی قراءت ہونی چاہئے اور وہ قریش والی قراءت ہے۔

ہفتم۔ اگر قراءتوں میں اختلاف نہ تھا تو حضرت ابو بکرؓ کے وقت کے قرآن جلائے کیوں گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی صریح طور پر غلط ہے۔ وہاں تو یہ لکھا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا قرآن تھا۔ وہ ان سے منگوایا گیا اور کہا گیا کہ نقل کرنے کے بعد واپس کر دیں۔ چنانچہ واپس کر دیا گیا۔ اور جلائے مختلف قراءتوں والے قرآن گئے تھے تاکہ قراءتوں کا اختلاف نہ رہے۔

ہشتم۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ قرآن کی اصلیت پر صرف زیدؓ کی گواہی ہے' یہ بھی غلط ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے زیدؓ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رکھا اور مسجد کے دروازہ پر بٹھا دیا۔ اور حکم دیا کہ کوئی تحریر ان کے پاس ایسی نہ لائی جائے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لکھائی ہوئی نہ ہو اور جس کے ساتھ دو گواہ نہ ہوں جو یہ کہیں کہ ہمارے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ لکھوائی تھی۔

نہم۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر اختلاف نہیں تھا تو حضرت عثمانؓ کے وقت دوبارہ تحقیق کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قراءتوں کی تحقیق کرائی گئی تھی عبارتوں اور سورتوں کی تحقیق نہیں کروائی گئی۔

دہم۔ اس طرح یہ جو کہا گیا ہے کہ اگر اختلاف نہ تھا تو ایک کے سوا باقی کاپیاں کیوں جلائی گئیں۔ اس کا بھی وہی جواب ہے کہ مختلف قراءتوں والی کاپیاں جلائی گئی تھیں۔ پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے خلیفہ ہونے کے وقت بہت قرآن تھے مگر ان کے بعد ایک رہ گیا۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ انہوں نے مختلف قراءتوں کو اڑا دیا اور پھر جن قوموں کی قراءتوں کو مٹایا گیا انہوں نے یہ اعتراض کیا۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ قرآن وہی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

محکمات اور متشابہات

اب میں متشابہات کے متعلق مختصر طور پر کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات

بھی، پھر قرآن کا کیا اعتبار رہا۔

اصل بات یہ ہے کہ قرآن کے متشابہات پر غور ہی نہیں کیا گیا۔ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْہُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِھٰتٌ [1] کہ وہ خدا ہی ہے جس نے اس قرآن کو اپنے رسول پر اتارا۔ اس میں کچھ تو محکمات ہیں جو اُمّ الکتاب ہیں اور کچھ متشابہات ہیں۔

اس کے متعلق لوگ کہتے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم کہ کونسی آیت محکم ہے اور کونسی متشابہ۔ اس کے مقابلہ میں سورۃ ہود میں آتا ہے۔ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ [1] کہ یہ کتاب وہ ہے جس کی ساری آیات محکمات ہیں۔ اس سے بظاہر اوپر کی بات غلط ہو گئی کہ قرآن کی بعض آیات متشابہ ہیں اور بعض محکم۔ تیسری جگہ آتا ہے۔ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ [2] یعنی خدا ہی ہے جس نے بہتر سے بہتر بات یعنی وہ کتاب نازل فرمائی ہے جو متشابہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی ساری آیتیں ہی متشابہ ہیں۔ حالانکہ پہلے ساری آیات کو محکم قرار دیا گیا تھا۔

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ محکم اور متشابہ کا مطلب اور تھا جو سمجھا نہیں گیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ متشابہ کے معنی یہ لئے جاتے ہیں کہ جس سے شکوک پیدا ہوں۔ حالانکہ قرآن متشابہ کی یہ تفسیر کرتا ہے۔ مَثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ [3] کہ اس کے مضامین نہایت اعلیٰ ہیں اور جو لوگ اس کتاب کو سمجھ کر پڑھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے جسم کا روآں روآں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں۔ یعنی ان کے قلوب میں خدا تعالیٰ کی محبت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ اب بتاؤ۔ کیا کسی شکی بات سے اس طرح ہو سکتا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ متشابہ کا اور مطلب ہے اور وہ یہ کہ متشابہ کے معنی ہیں جو دوسری سے ملتی ہو۔ یعنی متشابہ وہ تعلیم ہے جو پہلی تعلیموں سے ملتی جلتی ہو۔ مثلاً روزہ رکھنا ہے۔ یہ حکم اپنی ذات میں متشابہ ہے کیونکہ یہ تعلیم پہلے بھی پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ [4] پس مجرد روزہ رکھنے کا حکم متشابہ ہے۔ اسی طرح قربانیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا [5] یعنی ہر قوم کے لئے ہم نے قربانی کا ایک طریق

مقرر کیا ہے۔ پس قربانی کا حکم بھی متشابہ ہے۔ دراصل قرآن نے اس میں ان لوگوں کو جواب دیا ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ قرآن نے دوسری کتابوں سے چوری کر کے سب کچھ پیش کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ کہ یہ کتاب ایسی ہے جس میں کچھ تعلیمیں تو جدید ہیں اور کچھ تعلیمیں ایسی ہیں جو لازماً پچھلی تعلیموں سے ملنی چاہئیں۔ مثلاً پہلے نبیوں نے کہا سچ بولا کرو۔ کیا قرآن یہ کہتا ہے کہ سچ نہ بولا کرو۔ جھوٹ بولا کرو؟ غرض فرمایا قرآن میں بعض تعلیمیں ایسی ہیں جو پہلی تعلیموں سے ملتی ہیں۔ مگر آگے فرماتا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ [۱] بیوقوف لوگ جدید تعلیموں پر نظر نہیں ڈالتے اور پہلی تعلیموں سے ملتی جلتی تعلیموں کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ قرآن نے یہ نقل کی ہے۔ وہ محض فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے اور اس کتاب کو اس کی حقیقت سے پھیر دینے کے لئے ایسا کرتے ہیں وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ [۲] حالانکہ ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور وہی سمجھ سکتا ہے کہ کتنی تعلیم دوبارہ نازل کرنی ضروری ہے۔ انسان کے ہاتھ میں اس نے یہ کام نہیں رکھا۔ کیونکہ گو وہ تعلیم پہلے نازل ہو چکی ہوتی ہے مگر پھر بھی اس کی وہ مقدار جو آئندہ کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ اس کا فیصلہ خدا تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اور یا پھر خدا تعالیٰ کے علم دینے کے بعد وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی کتب کا حقیقی علم رکھنے والے ہیں سمجھ سکتے ہیں کہ کس حد تک اس تعلیم کو قائم رکھا جانا ضروری تھا اور کسی امر کو کیوں بدلا گیا؟

اس کی اور تشریحات صحیحہ بھی ہو سکتی ہیں۔ مگر ان میں محکم اور متشابہ کو مُعیّن نہیں کیا جا سکتا۔ ایک ہی آیت ایک وقت میں محکم اور ایک وقت میں متشابہ ہو جاتی ہے۔ یعنی جو آیت کسی کی سمجھ میں آگئی وہ محکم ہو گئی اور جو نہ آئی متشابہ ہو گئی مگر پھر اختلاف ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایک معنی کے لحاظ سے کسی آیت کو محکم قرار دے دے اور دوسرا اسے درست نہ سمجھتے ہوئے اسے متشابہ کہہ دے مگر ان معنوں میں محکم آیات بالکل ظاہر ہو جاتی ہیں۔ یعنی وہ تعلیماتِ قرآنیہ جو پہلی کتب سے زائد ہیں وہ سب محکم ہیں اور دوسری متشابہ۔

سارے قرآن کو محکم اور سارے قرآن کو متشابہ کیوں کہا گیا ہے

باقی رہا یہ سوال کہ پھر

ایک جگہ سارے قرآن کو محکم اور دوسری جگہ سارے قرآن کو متشابہ کیوں کہا گیا ہے۔ تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں قرآن کریم کی اصطلاح میں محکم تعلیم وہی ہے جس میں قرآن کریم نے تجدید کی ہے۔ اور جس امر میں وہ پہلی کتب سے ملتا ہے وہ متشابہ ہے۔ لیکن ایک لحاظ سے سارا ہی قرآن محکم ہے۔ کیونکہ اصولاً کسی تعلیم کو دیکھتے ہوئے اس کے کسی ایک ٹکڑے کو نہیں بلکہ مجموعہ کو دیکھتے ہیں۔ اور احکام کی مختلف اجناس کو بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو اسلامی تعلیم بالکل جُدا ہے۔ کسی حصہ تعلیم میں بھی اس نے اصلاح کو ترک نہیں کیا۔ اور وہ پہلی کتب کے بالکل مشابہ نہیں ہے' اس لئے وہ سب محکم ہے۔ لیکن اسی طرح چونکہ سب اصول شریعت کا پہلی کتب میں پہلے لوگوں کے درجہ کے مطابق نازل ہونا بھی ضروری تھا تاکہ پہلے زمانہ کے لوگ بھی اپنے اپنے دائرہ میں تکمیل حاصل کریں اس لئے ہر قسم کے احکام جو قرآن کریم میں ہیں کسی نہ کسی صورت میں پہلی کتب میں بھی موجود ہیں اس لحاظ سے قرآن کریم سب کا سب متشابہ ہے۔ نماز بھی پہلے مذاہب میں ہے۔ روزہ بھی ہے۔ حج بھی ہے' زکوٰۃ بھی ہے اور اس تشابہ کو دیکھ کر بعض لوگ دھوکے میں پڑ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے نزول کا پھر کیا فائدہ ہوا۔ عیسائیوں میں سے "ینابیع الاسلام" وغیرہ کتابوں کے مصنف اسی گروہ میں شامل ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی دوسری کتب سے مشابہت ثابت کر کے قرآن کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے پہلے سے اس اعتراض کا ذکر کر کے اس کا نہایت واضح جواب دے دیا ہے۔ حق یہ ہے کہ قرآن کریم نے یہ ایک زبردست حقیقت بتائی ہے کہ ہر ایک آسمانی صحیفہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر کچھ محکم ہو اور کچھ متشابہ۔ متشابہ اس لئے کہ جو صحیفہ پہلی تعلیمات سے بکُلّی جُدا ہو جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہونگے کہ اس سے پہلے کوئی شخص خدا کا برگزیدہ ہوا ہی نہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے کسی کو ہدایت دی ہی نہیں' اور یہ باطل ہو گا۔ اور محکم اس لئے کہ اگر وہ کوئی جدید خوبی دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتا تو اس کی آمد کی ضرورت کیا ہے' پہلی تعلیم تو موجود ہی تھی۔ اور کون ہے جو اس اصل کی خوبی کا انکار کر سکے یا اس کی سچائی کو ردّ کر سکے۔

مفسرین نے محکم اور متشابہ کی تاویل میں بہت کچھ زور لگایا ہے۔ مگر اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے انہوں نے بہت کچھ دھوکا کھایا ہے۔

اب چونکہ سردی بڑھ رہی ہے اور بادل بھی گھرے ہوئے ہیں اس لئے میں اسی پر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ لوگوں کو قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(اس تقریر کے بعد حضور نے تمام مجمع کے ساتھ مل کر دعا کی اور پھر خدا تعالیٰ کے حضور اس امر پر سجدہ شکر ادا کیا کہ اس نے حضور کو کمزوری صحت کے باوجود جلسہ میں شامل ہو کر تقریر کرنے اور پھر سب کے ساتھ مل کر دعا کرنے کی توفیق بخشی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ)

---

۱ الانعام:۲٦ ۲ الحآقّة:۴۲

۳ THE ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA VOL 15th P.905 PUBLISHED ۱۹۱۱ء

۴ الاعراف:۱۵۹ ۵ التوبة:۲٦ ٦،۷ الفرقان:۳۳

۸ الفرقان:۵ ۹ الحجر:۹۲ ۱۰ اٰل عمران:۸

۱۱ هود:۲ ۱۲،۱۳ الزمر:۲۴ ۱۴ البقرة:۱۸۴

۱۵ الحج:۳۵ ۱٦،۱۷ اٰل عمران:۸